© rasailojaraid.com

پدمنی اور سلطان علاء الدین خلجی

از جناب مشتاق احمد صاحب زاہدی ریٹائرڈ پرنسپل صادق ایجرٹن کالج بہاولپور

سلطان علاء الدین خلجی پر بعض مورخوں نے یہ الزام لگایا ہے کہ اُس نے چتوڑ کے قلعہ پر محض اس وجہ سے حملہ کیا تھا کہ وہ چتوڑ کی رانی پدمنی کے حُسن کی شہرت سُن کر اُس پر نادیدہ فدا ہو گیا تھا لیکن رانی کے ستی ہو جانے سے وہ اپنے منصوبوں میں ناکام رہا۔ پیشتر اس کے کہ اس الزام کی تردید کی جائے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہر ملک و ملت کی تاریخ میں از آدم تا ایں دم یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ عورت کے حسن و جمال نے جنگ کے شعلے بھڑکائے ہوں اور خون کی ندیاں بہائی ہوں۔ اس لیے اگر بہ فرض محال سلطان علاء الدین نے بھی ایک حُسن کی دیوی کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈالی تو کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں کی جو کسی جرم کے الزام کے ذیل میں آ دے۔ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے اُس زمانہ میں بادشاہ ایسا کیا ہی کرتے تھے۔ نہ صرف مسلمان بادشاہ ہی بلکہ ہندو راجہ اور دیگر مذاہب کے تاجدار بھی اس عیب کو ثواب سمجھتے تھے لیکن جو بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ جہاں تک صحیح واقعات کا تعلق ہے علاء الدین خلجی نے چتوڑ پر نہ پدمنی کی وجہ سے حملہ کیا نہ چتوڑ کی اُس وقت کی کسی رانی کا نام پدمنی تھا۔ یار لوگوں نے مفت میں ایک فسانے کو تاریخی واقعہ قرار دے کر اور شاید کنولا دیوی گجرات کی رانی کو پدمنی سمجھ کر علاء الدین پر فرد قرار داد جرم لگا دی۔ اب سے کوئی پندرہ برس ہوئے کہ اس ضمن میں میرے عزیز اور دوست مولوی احتشام الدین صاحب ایم اے دہلوی نے پنجاب کے ایک رسالہ "بہارستان" میں ایک سلسلہ وار مضمون شائع کرایا تھا اور اب حال میں اُنہوں نے افسانۂ پدمنی کے نام سے ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب بھی طبع کرائی ہے مولوی صاحب موصوف نے تاریخی حوالجات کی بنا پر نہایت تحقیق کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ علاء الدین پر جو الزام لگایا گیا ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ گو یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ مالوے کے بادشاہ غیاث الدین خلجی نے جو حسین عورتیں جمع کرنے کا شائق تھا کسی پدمنی کو چتوڑ سے جو مالوے کے قریب واقع ہے حاصل کیا ہو اور یہ واقعہ نقصہ کہانیوں کی معرفت تاریخ تک پہنچ گیا ہو اور غیاث الدین کی بجائے علاء الدین خلجی کا نام تاریخوں میں درج ہو گیا ہو۔ مجھے مولوی احتشام الدین صاحب کے اس آخری نظریے سے اختلاف ہے لیکن ان کے اس فیصلہ سے قطعاً اتفاق ہے کہ علاء الدین نے نہ پدمنی کی وجہ سے چتوڑ پر حملہ کیا نہ چتوڑ کی اُس وقت کی رانی کا نام پدمنی تھا۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ کنولا دیوی کے متعلق ہے اور چونکہ کنول اور پدم مترادف ہیں اس لیے کنولا دیوی کو پدمنی قرار دینا بالکل واجبی ہے اور جب سلطان علاء الدین نے گجرات کی فتح کے لیے اپنی افواج بھیجیں تو وہ افواج چتوڑ ہوتی ہوئی گجرات پہنچیں۔ اس لیے بجائے انہلواڑے کے جو گجرات کا اس وقت دار الخلافہ تھا چتوڑ کو پدمنی کا وطن قرار دے دیا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض مورخین نے ایک افسانے کو تاریخی افسانہ سمجھ کر اس کے بعض حالات بطور تاریخی واقعہ کے درج کر دیے اور اس سے دنیا کو دھوکے میں ڈال دیا۔ یہ افسانہ پدماوت ہے جو ملک محمد جائسی نے بزبان بھاکا (بھاشا) شیر شاہ کے عہد میں مثنوی کی طرز میں پڑھنے والوں اور سننے والوں کو خوش کرنے کے لیے لکھا تھا۔ اس افسانہ میں دستور کے موافق ایک تاریخی واقعہ لے لیا ہے لیکن اس کے اداکاروں اور محل وقوع کے نام بدل دیے ہیں، یا فرضی رکھ لیے ہیں۔ اور بعض واقعات شیر شاہ کے زمانہ کے بھی درج کر دیے ہیں۔ اور باقی سب حالات قیاسی ہیں "پدماوت" کا پلاٹ معلوم کرنے کے بعد یہ پتہ لگانا بہت آسان ہو جائیگا کہ سارے معاملے کی اصلیت کیا ہے

پدماوت کا قصہ یہ ہے کہ سنگلدیپ کے راجہ گندھرپ سین کی ایک حسین بیٹی ہے جو وید پران، شاستر اور دیگر علوم سنسکرت کی تعلیم پاتی ہے، اس لڑکی کا ہم سبق ایک طوطا بھی ہے جس کا نام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیرامن ہے۔ یہ طوطا انسان کی طرح بات چیت کرتا ہے۔ اتفاق سے یہ طوطا کسی تاجر کے ہاتھ پڑجاتا ہے جو اُسے ایک عجوبہ سمجھ کر چتوڑ کے ولیعہد رتن سین کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے۔ ہیرامن طوطا اپنی رام کہانی رتن سین کو سُناتا ہے اور اثنائِ گفتگو میں اپنی ہم جماعت پدمنی کے حُسن وجمال اور علم وفضل کی تعریف بھی کردیتا ہے، رتن سین پدمنی پر عاشق ہوجاتا ہے اور فقیربن کر اُس کی تلاش میں نکلتا ہے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرکے دیوتاؤں کی مدد سے منزل مقصود تک پہنچ کر سنگلہ دیپ کے قلعہ کو فتح کرتا ہے اور راجہ کو اپنے خاندان کا حال سُنا کر اُس کی مرضی سے پدمنی کو بیاہ کر بہت مال واسباب سمیت واپس اپنے وطن پہنچتا ہے۔ رتن سین کی ایک پہلی رانی بھی تھی جس کا نام ناگمتی ہے۔ دونوں رانیوں میں خوب نوک جھونک ہوتی ہے۔ ایک دن رتن سین کا باپ راجہ چترسین مرجاتا ہے، اور رتن سین تخت پر بیٹھتا ہے۔ اتفاقاً ایک برہمن زادہ درباری مسمی راگھو سے کچھ گستاخی ہوجاتی ہے راجہ رتن سین درباری کو دیس بدر کردیتا ہے۔ راگھو دلی پہنچتا ہے اور بدلہ لینے کے خیال سے پدمنی کے حسن کی تعریف سلطان علاءالدین سے اس طرح کرتا ہے کہ سلطان اُس پر فریفتہ ہوجاتا ہے۔ پھر راگھو اُن عجائبات کا ذکر کرتا ہے جو پدمنی اپنے جہیز میں سنگدیپ سے لائی تھی، یہ عجائبات حسب ذیل تھے (۱) امرت (۲) پارس (۳) سیمرغ (۴) ہنس جو موتی کھاتا تھا (۵) لال شیر جو ہاتھیوں کے گلے گھیرلاتا تھا۔ چنانچہ سلطان علاءالدین پدمنی کا راجہ سے مطالبہ کرتا ہے۔ راجپوت راجہ کی غیرت قبول نہیں کرتی کہ سلطان کا حکم بجالائے۔ سلطان قلعہ کا محاصرہ کرلیتا ہے، محاصرہ طول پکڑتا ہے۔ دونوں فریق تھک جاتے ہیں صلح کی بات چیت ہوتی ہے اور فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ سلطان پدمنی کے مطالبہ سے دست بردار ہوتا ہے بشرطیکہ راجہ پانچوں عجائبات جو سنگدیپ سے لایا ہے سلطان کے حوالہ کردے۔

صلح کے بعد راجہ اپنے محل میں سلطان کی دعوت کرتا ہے چیلیاں اور خواصیں دسترخوان پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھانا لگاتی ہیں، بادشاہ اس شش و پنج میں رہتا ہے کہ کہیں کھانے کے انتظام میں پدمنی بھی نہ ہو، مگر بھلا پدمنی کیونکر اس طرح سامنے آجاتی۔ سلطان کے مخبروں نے خبر دی کہ پدمنی جھروکوں میں آتی ہے۔ سلطان نے جھروکے کے مقابل ایک آئینہ نصب کرایا۔ کھانے کے بعد راجہ سلطان سے شطرنج کھیلنے بیٹھ جاتا ہے، سامنے آئینہ ہے، سلطان کی نگاہ گھڑی گھڑی آئینے پر پڑتی ہے، ادھر سہیلیاں پدماوت یعنی پدمنی سے سلطان کے حسن و جمال کی تعریف کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ "آؤ جھروکوں میں سے تم بھی دیکھ لو کہ کیسا 'پارس کندن' ہے۔ یہ اتفاق ہے کہ وہ ہمارے یہاں مہمان ہے پھر ایسا موقع نہ ملیگا۔ پدماوت جھروکے میں آتی ہے اس کا عکس سامنے کے آئینے کو مات کرتا ہے۔ اُدھر سلطان کی نگاہ آئینے پر پڑتی ہے اور وہ اپنی عقل و خرد کھو بیٹھتا ہے اور شطرنج میں مات کھا لیتا ہے راجہ اس بھید سے ناآشنا رہتا ہے۔ صبح کو سلطان رخصت ہوتا ہے، راجہ مشایعت کے لیے قلعہ کے دروازہ تک ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ قلعے سے نکلنے کے لیے پیچ و خم کھاتی ہوئی فصیل میں سے گذرنا ہوتا ہے اور ہر موڑ پر ایک دروازے میں سے جانا ہوتا ہے۔ اس طرح کے کئی دروازے ہیں۔ ہر دروازہ پر جب سلطان پہنچتا ہے اور راجہ رخصت ہونے لگتا ہے تو سلطان ایک پرگنہ یا قلعہ راجہ کو خوش کرنے کے لیے بطور انعام اس کو عطا کرتا ہے راجہ شکریہ ادا کرنے کے خیال سے دوسرے دروازہ تک سلطان کے ساتھ چلا آتا ہے حتیٰ کہ سب دروازے ختم ہو گئے اور راجہ اور سلطان دونوں قلعہ سے باہر نکل آئے۔ دفعتاً راجہ کو سلطان کے سپاہی گرفتار کر لیتے ہیں اور حراست میں دلی لے آتے ہیں، جہاں راجہ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ پدماوت کو بلوا دے۔ تنگ آکر راجہ پدماوت کو بلانے کا خط لکھ دیتا ہے اس اثنا میں کھمبل میر کا راجہ پدماوت کو کٹنی بھیج کر اپنے دام میں گرفتار کرنا چاہتا ہے، مگر پدماوت اُس کے جال میں نہیں پھنستی۔ راجہ کا خط پڑھ کر اُس کے دو رشتہ دار گورا اور بادل یہ ترکیب نکالتے ہیں کہ ڈولیوں کی ایک قطار جس میں ہزاروں سپاہی پردے میں چھپے بیٹھے ہوں ایک مہاڈول کے ساتھ ساتھ دلی بھیجی جائیں اور سلطان کو اطلاع کی جاوے کہ مہاڈول میں رانی ہے اور ڈولیوں میں اُس کی سہیلیاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور لونڈی باندیاں ہیں اور حاضر ہونے سے قبل رانی قلعۂ چتور کی کنجیاں راجہ رتن سین کے سپرد کرنا چاہتی ہیں۔ اس لیے راجہ سے ملنے کی اجازت دی جائے۔ یہ سب کچھ ہو جاتا ہے اور جب راجہ کے پاس یہ ڈولیوں کا لشکر پہنچتا ہے تو پہلا ڈول ہی سے ایک لوہار نکلتا ہے اور ڈولیوں میں سے سورما سپاہی لوہار راجہ کی بیڑیاں کاٹتا ہے اور راجہ کو ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار کرکے اس کے وفادار سپاہی لڑتے بھڑتے شہر میں سے نکال اپنے وطن صحیح و سلامت پہنچا دیتے ہیں۔

وطن پہنچ کر راجہ کو کمبل میر کے راجہ کی حرکت کا علم ہوتا ہے اس راجہ کا نام دیوپال ہے۔ رتن سین اس پر چڑھائی کر دیتا ہے۔ دورانِ جنگ میں رتن سین دیوپال کے مقابل ہوتا ہے، دست بدست لڑائی ہوتی ہے ایک کا وار دوسرے پر کاری پڑتا ہے۔ رتن سین زخمی ہو کر وطن لایا جاتا ہے اور راستہ ہی میں ختم ہو جاتا ہے۔ یہ خبر سُن کر سب رانیاں جن میں پدماوت بھی شامل ہے ستی ہو جاتی ہیں۔ ادھر چتا کے شعلے انگارے بنے اور انگارے راکھ ہوئے اُدھر سلطان علاء الدین کے لشکر نے قلعہ سر کر لیا اور سلطان پدمنی کی تلاش میں محل کے کونے کونے کو دیکھ رہا تھا کہ ایک جگہ اُسے راکھ کا ایک ڈھیر نظر پڑا سلطان سمجھ جاتا ہے کہ پدمنی ستی ہو گئی اور یہ خاک اسی کی ہے۔ مایوسی سے دستِ افسوس ملتا ہے اور ایک مٹھی اس خاک کی لے کر ہوا میں اُڑا دیتا ہے جس کے معنے یہ ہوئے کہ انسان کی ہستی بس اتنی ہے اور اُس کی ہوس اس خاک کی طرح ہوا میں مل جاتی ہے اور قصہ اس بیت پر ختم ہو جاتا ہے:-

جوہر بھئیں استری پُرکھ بھئے سنگرام — بادشاہ گڈھ چورا چتوڑ بھا اسلام[1]

یہ قصہ پڑھنے کے بعد جس کا جو جی چاہے سبق حاصل کرے۔ مگر ملک محمد جائسی نے جو نتیجہ نکالا ہے اُس کو اُنہوں نے خود بیان کر دیا ہے جس سے پڑھنے والوں پر (جو زیادہ تر ہنود ہونے چاہئیں، کیونکہ مثنوی بھاکا (بھاشا) میں لکھی گئی ہے) تصوف کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ چتوڑ گڈھ سے مُراد تن ہے اور راجہ رتن سین سے جو اس گڈھ میں رہتا ہے مُراد جان ہے۔ دل سنگدیپ کو سمجھنا

[1] اس بھاکا کے بیت کے معنی یہ ہیں:- عورتیں جل کر خاک ہو گئیں، مرد شہید ہو گئے۔ بادشاہ نے قلعہ مسمار کر دیا اور چتوڑ دار السلام بنا دیا گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہیے اور پدمنی گویا عقل ہے، مرشد ہیرامن طوطے کو جاننا چاہیے جس نے راستہ دکھایا۔ ناگمتی یعنی راجہ کی کالی بیوی دنیا کے دھندے اور کاروبار ہیں اُن سے وہ بچا جس نے دنیا سے دل نہ لگایا۔ راگھو مخبر یعنی شیطان ہے اور علاء الدین بادشاہ سے مراد حرص و ہوا ہے۔

مثنوی پدماوت کے مندرجہ بالا پلاٹ سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف کا مطلب ہرگز تاریخی کہانی لکھنے کا نہ تھا، اس لیے اس پر تو یہ اعتراض ہو ہی نہیں سکتا کہ تاریخی واقعات کو بدل دیا یا غلط بیانی سے کام لیا۔ جو لوگ اس کی تاریخ سے واقف ہیں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ملک محمد نے کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا لے کر ایک عمارت اپنی مرضی کے مطابق تیار کر دی۔ اب یہ محققین کا کام ہے کہ وہ ڈھونڈھتے پھریں کہ اینٹ کہاں کی ہے اور روڑا کہاں کا۔ سنگلدیپ کے راجہ اور اُس کی بیٹی کو قصہ میں اس لیے رکھا گیا کہ دور کے ڈھول سہانے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ سنگلدیپ میں حُسن بھی بکثرت ہے اور دیگر عجائبات بھی۔ تاریخی واقعات چتوڑ کی واپسی سے شروع ہوتے ہیں۔ اوّل رگھو کا ناراض ہو کر سلطان علاء الدین کو راجہ کی طرف سے بہکانا اور پدمنی پر عاشق کرانا (۲) بعد فتح قلعہ صلح کا ہونا، سلطان کا پدمنی کو آئینہ میں دیکھ کر بیتاب ہو کر راجہ کو گرفتار کر کے دلی لے آنا (۳) دلی آنے کے بعد راجہ سے خط لکھوانا، اور راجپوتوں کا عورتوں کے بھیس میں ڈولیوں میں آکر مقید راجہ کو قید سے چھڑا لیجانا (۴) سلطان کا دوبارہ چتوڑ کو فتح کرنا اور پدمنی کا ستی ہو کر سلطان کے ہاتھ نہ آنا، اور سلطان کا مایوس ہو کر واپس آجانا۔ اب ان سب واقعات پر تاریخی روشنی ڈالنی ضروری ہے۔

سب سے اوّل فتح گجرات اور کنولا دیوی کے واقعات پر نظر ڈال کر پدماوت کے افسانہ سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ حال میں یعنی ۱۹۳۸ء میں ایک پارسی پروفیسر صاحب نے جن کا نام کمشریٹ ہے گجرات اور کاٹھیاواڑ کے متعلق ایک تاریخ لکھی ہے جس میں خاص طور پر اس علاقہ میں مسلمانوں کی آمد اور فتوحات کا ذکر ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف نے علاوہ فارسی مورخین کے ہندی کی پُرانی کتابوں سے بھی معلومات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخذ کی ہیں۔ فتح گجرات کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ رانا کرن دگھیلا گجرات کے سب راجاؤں کا سردار تھا۔ اس کا دارالسلطنت انہلواڑہ پٹن تھا جس کو فارسی تواریخ میں نہروالہ یا صرف پٹن بھی لکھا گیا ہے۔ دو برہمن زادے جو آپس میں بھائی تھے اس کے معتبر وزیر تھے۔ ایک کا نام مادھو تھا دوسرے کا نام کیشو۔ رانا کو خبر ملی کہ مادھو کی بیوی کنولا دیوی اس قدر حسین ہے کہ وہ پدمنی کہلاتی ہے جب رانا نے اپنے وزیروں سے کنولا دیوی کو پیش کرنے کا مطالبہ کیا تو اُنہوں نے انکار کیا۔ رانا نے کیشو کو تو قتل کرا دیا، مگر مادھو بچ کر نکل گیا اور دہلی پہنچ کر سلطان علاء الدین کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور کنولا دیوی کے حسن و جمال کی تعریف کر کے سلطان کو اُس کی طرف راغب کیا اور گجرات کی دولت کا لالچ دیا اور ہر طرح کی امداد کا وعدہ کیا بشرطیکہ سلطان رانا کرن کو کیفر کردار پر پہنچا دے۔ سلطان نے ایک لشکر جرار روانہ کر دیا۔ انہلواڑہ پٹن پر قبضہ ہو گیا، راجہ کرن دکن کی طرف بھاگ گیا، کنولا دیوی سلطان علاء الدین کی فوج کے ہاتھ آئی اور بعزت و احترام دلی پہنچائی گئی، اور جب وہ مسلمان ہو گئی اور سلطان سے شادی کرنے پر راضی ہو گئی تو سلطان علاء الدین نے کنولا دیوی سے نکاح کر لیا۔

مندرجہ بالا واقعہ ایسا ہے جس کو سب مورخ بالاتفاق صحیح مانتے ہیں، لیکن کنولا دیوی کا مادھو وزیر کی بیوی ہونا اور رانا کا زبردستی اس کو اپنی رانی بنانا اور مادھو کا دلی جانا ایسے واقعات ہیں جو پروفیسر صاحب ممدوح نے ہندوؤں کی کتابوں سے اخذ کیے ہیں۔ پدماوت میں بھی ایک برہمن زادہ جس کا نام رگھو تھا چتوڑ کے راجہ سے خفا ہو کر سلطان علاء الدین کو پدمنی کے حسن کا لالچ دے کر چتوڑ پر چڑھائی کراتا ہے۔ کنولا دیوی بھی پدمنی کہلاتی ہے، لہذا یہ نتیجہ نکالنا کچھ غلط نہ ہوگا کہ گجرات کے واقعہ کو ملک محمد جائسی نے کچھ بدل کر لکھ دیا اور انہلواڑے کی جگہ چتوڑ کو رکھ دیا۔ قصے کو دلچسپ بنانے کے لیے ایک اور واقعہ کو یہاں چسپاں کر دیا۔ یعنی بہار کے مضبوط قلعے رہتاس پر جس حیلے سے شیر شاہ نے قبضہ کیا اُس کو چتوڑ کے راجپوت سورماؤں گورا اور بادل سے منسوب کر دیا۔ یہ سچا تاریخی واقعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ جب شیر شاہ پر ہمایوں نے بنگال میں حملہ کر دیا تو شیر شاہ کو کسی ایسی جگہ کی ضرورت ہوئی جہاں وہ اپنا زر و مال اور اپنے اہل و عیال حفاظت سے رکھ سکے اور اگر ضرورت ہو تو خود بھی پناہ لے سکے۔ اس علاقہ میں رہتاس کا قلعہ اس قدر مستحکم تھا کہ زبردست سے زبردست حملہ آور بھی اسے سر نہیں کر سکتا تھا لیکن اس قلعہ کا مالک ایک راجہ تھا اور شیر شاہ کسی طرح جنگ کر کے اس قلعہ پر قبضہ نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ تدبیر نکالی کہ راجہ کو ایک دوستانہ اور عاجزانہ خط لکھا کہ ہمایوں میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ میں مصیبت میں گرفتار ہوں اپنا تو مجھے فکر نہیں سپاہی بچہ ہوں آخر وقت تک لڑتا رہوں گا مگر مجھے اپنے اہل و عیال کا خیال ہے کہ یہ دشمن کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کو آپ کی حفاظت میں آپ کے قلعہ میں رکھوں اور اپنے خزانوں کو بھی آپ کے سپرد کر دوں۔ اگر میں کامیاب ہوا اور زندہ رہا تو آپ کا احسان عمر بھر نہ بھولوں گا اگر مر گیا تو میرے خزانہ پر آپ قبضہ کر لیں اور میرے اہل و عیال کی نگرانی بھی آپ ہی کریں ؎ سپردم بتو مایۂ خویش را ؛ تو دانی حساب کم و بیش را۔

راجہ اہل و عیال کی حفاظت کی ذمہ داری تو خواہ مخواہ کیوں لیتا، لیکن خزانوں کے ہاتھ آنے کے لالچ میں آگیا اور شیر شاہ کو اجازت دیدی کہ آپ بیگمات کو مع مال و زیور کے قلعہ میں بھیج دیں۔ چنانچہ شیر شاہ خود تو ایک لشکرِ جرار لے کر قلعہ کے ایک دروازہ کے پاس کھڑا رہا اور ہزاروں ڈولیاں اور پالکیاں اور مہاڈول چند سپاہیوں کے ساتھ ساز و سامان اور خزانہ کے خالی صندوق وغیرہ قلعہ کے اندر داخل کر دیے۔ جونہی یہ لوگ قلعہ کے اندر پہنچے، ڈولیوں میں سے مسلح فوجی نکل پڑے اور قلعہ والوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی قلعہ کا وہ دروازہ کھول دیا جہاں شیر شاہ فوج لیے منتظر کھڑا تھا چنانچہ شیر شاہ کی ساری فوج قلعہ میں داخل ہو گئی اور آن کی آن میں قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

پدماوت شیر شاہ کے عہد میں لکھی گئی ہے۔ شیر شاہ کی فتوحات کے قصّے اس زمانہ میں زبان زد خاص و عام ہو گئے چنانچہ ڈولیوں میں فوج کو اسی حیلہ سے بھیجنا ملک محمد جائسی نے اپنی مثنوی میں درج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر دیا اور راجہ رتن سین کو علاء الدین کی قید سے چھڑانے کے لیے استعمال کر لیا۔ پدماوت میں علاء الدین ناکام رہتا ہے اور پدمنی ستی ہو جاتی ہے۔ یہاں ملک محمد جائسی ایک اور تاریخی واقعہ کو کام میں لاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سلطان بہادر شاہ والیِ گجرات نے ۹۳۸ھ میں راجہ رائے سین پر چڑھائی کی تو راجہ ہار مان لیتا ہے اور شاید مسلمان بھی ہو جاتا ہے لیکن اس کی رانی درگاوتی جو چتوڑ کی بیٹی ہے اور جس کا باپ وہ اولوالعزم رانا سانگا ہے جس نے ایک دفعہ بابر کو بھی ہلا دیا تھا، قلعہ بند ہو جاتی ہے اور ہمایوں کو راکھی بھیج کر اپنا منہ بولا بھائی بناتی ہے اور پیغام بھیجتی ہے کہ بھائی ہونے کی لاج رکھو اور مجھے اس موذی کے پنجہ سے چھڑاؤ۔ اللہ کی شان دیکھیے کہ رانا سانگا بابر سے لڑتا ہے اور اس کی بیٹی بابر کے بیٹے سے مدد مانگتی ہے اور ہمایوں کی اسلامی رواداری اور شان دیکھیے کہ وہ فوراً لشکر تیار کر کے اپنے باپ کے جانی دشمن کی بیٹی کی جان بچانے کے لیے رائے سین کی طرف روانہ ہو جاتا ہے اور کس کے مقابلہ میں ایک مسلمان بادشاہ کے مقابلہ میں۔ لیکن بہادر شاہ گجراتی بھی کچھ کم نہ تھا پیشتر اس کے کہ ہمایوں مدد کو آسکے بہادر شاہ نے رائے سین کے زبردست قلعہ کو سر کر لیا اور قلعہ میں داخل ہو کر رانی درگاوتی کی تلاش شروع کر دی لیکن رانی درگاوتی نے جب دیکھا کہ دشمن قلعہ میں داخل ہو رہا ہے تو وہ چتا میں بیٹھ کر دوسری رانیوں سمیت جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئی۔ چنانچہ بہادر شاہ گجراتی کو رانی درگاوتی تو نہ ملی ایک راکھ کا ڈھیر ملا جس سے اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔

مندرجہ بالا واقعہ پدماوت میں پدمنی کے متعلق درج کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایک اور بات بھی نکلی یعنی یہ کہ درگاوتی چتوڑ کے رانا کی بیٹی ہے۔ پدمنی کو بھی فرشتہ نے راجہ چتوڑ کی بیٹی لکھا ہے لیکن فرشتہ تفصیل کے ساتھ سارے واقعہ کو نہیں لکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی تواریخ میں پدمنی اور علاء الدین کے عشق کی داستان کا ماٴخذ پدماوت ہی ہے جو ایک مسلمان کی لکھی ہوئی تھی مگر چونکہ ہندی میں تھی اور مسلمان مورخ اصل کتاب کو تو سمجھ نہیں سکتے تھے، اس لیے اس کے شنیدہ حالات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درجِ تاریخ کردیتے تھے۔ یا اس قصّہ کو ایسا دلچسپ سمجھتے کہ تاریخ میں اس کا ذکر بے جا نہ سمجھتے۔

اب اس واقعہ کے متعلق جو بیان تواریخ میں پایا جاتا ہے اُس پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہیے سب سے اوّل فرشتہ کو لیجیے۔ ابوالقاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ جہانگیر کے زمانہ میں مکمل کی، یعنی پدماوت کے لکھے جانے کے دو یا ڈھائی سو برس بعد۔ اور عہد علائی کے تقریباً پانچ چھ سو برس بعد۔ تاریخ فرشتہ جلد اوّل مطبوعہ نولکشور پریس کے صفحہ ۱۱۵ پر راجہ رتن سین اور پدمنی کے متعلق ذیل کی عبارت درج ہے۔

راجہ رتن سین راجہ قلعہ چتور کہ تا آں وقت در حبس بود بروش غیر مقرر نجات یافت وشرح آں چنین است کہ پس از مدتے کہ راجہ در قید بود بسمع پادشاہ بوے پیغام داد کہ خلاصی تو منحصر در احضار آں جمیلہ است۔ رائے قبول نمودہ کساں بطلب اہل وعیالِ خود.... فرستاد تا ازاں میان مقصود پادشاہ را حاصل نماید۔ اما راجپوتانِ خویش راجہ ازاں پیغام دلگیر گشتہ سرزنش بسیار کردند وخواستند کہ قدرے زہر در خوردنی کردہ نزدہ او بفرستند کہ تناول کردہ رخت بعالم نیستی کشد .... دختر رائے (غالباً پدمنی) کہ بفہم وعقل مشہور خویش وقبیلہ بود آں رائے را نہ پسندیدہ گفت .... کہ پالکی بسیار پُر از مردانِ کار یا جماعتے از پیادہ وسوار روانہ دہلی کنید وآوازہ انگنید کہ حسب الحکم پادشاہ زنان راجہ متوجہ حضور اند وچوں بحوالیِ شہر برسند وقت شب بمعمورہ درآمدہ راہ حبس خانۂ راجہ را پیش گیرند وجملہ راجپوتان تیغہا علم کردہ بدرون وثاق درآیند وسر سرکشانے کہ قدم مخالفت پیش گزارند جدا کردہ پدرم بر اسپ باد رفتار سازند برق ساں راہِ ممالک خود پیش گیرند۔ اہل رائے آں رائے را پسندیدہ بداں عمل نمودند .... ورائے بہر عنوان کہ توانست بمشقت بسیار خود را بہ کوہستانے کہ اہل وعیال او در آنجا بودند رسانید ویُمن دولت تدبیر دخترِ خوب سیرت از عقوبت پادشاہ نجات یافتہ .... حوالی وحواشی قلعہ چتور را شروع در تاخت وتاراج نمود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پادشاہ بمقتضائے صلاحِ وقت قلعہ را از خضر خاں گرفتہ بخواہر زادۂ رائے ... کہ در ملازمتِ پادشاہ بود ... عنایت فرمود واو ... تاحیات بادشاہ برجادۂ عبودیت مستقیم بود۔

فرشتہ کے اس بیان سے اوّل تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پدمنی اُس کی بیٹی تھی یا بیوی صلاح تو یقینی بیٹی نے دی ہے۔ دیگر مورخین نے یہ تو نہیں لکھا کہ پدمنی بیٹی تھی مگر یہ اشارہ ضرور کیا ہے کہ یہ صلاح پدمنی نے دی تھی۔ پدماوت میں گورا اور بادل راجپوتوں نے یہ صلاح دی تھی۔ اس بیان میں پدمنی کے ستی ہونے کا کہیں ذکر نہیں ہے لیکن یہ تفصیل موجود ہے کہ قلعہ چتوڑ فتح ہونے کے بعد خضر خاں کو دیا گیا اس کے بعد پھر رائے کے کسی عزیز کو دے دیا لیکن رتن سین کو نہیں دیا۔ اُن تواریخ میں بھی جن میں پدمنی کا ذکر نہیں ہے قلعہ خضر خان کو دیے جانے کا ذکر موجود ہے۔

اب ایک ہندو مورخ کا بیان بھی ملاحظہ ہو۔ منشی سجان رائے بھنڈاری مصنف خلاصۃ التواریخ نے اس قصہ کو یوں شروع کیا ہے:۔

"چوں سلطان شنید کہ رائے رتن سین مرزبان چتوڑ پدماوت نام نازنیں در شبستان خود دارد ... سلطان ... کسان خود را بطلب آں نازنین ... نزد رائے رتن سین فرستاد و از انجا کہ رائے ... تنہا بمحن ومشاق وتعب مالایطاق در سنگدیپ بمسکن آں دلفریب رسیدہ او را در عقد ازدواج آوردہ ... از استماع پیغام سلطان آتش خشم در نہاد و فرستادہائے سلطان را استخفاف نمودہ رخصت گردانید"

اس کے بعد سلطان کی ناراضگی اور لشکر کشی اور محاربے کا ذکر ہے پھر لکھا ہے "کارے از پیش نہ رفت بالضرور صلح درمیان آمد وملاقات یکدگر اتفاق افتاد۔ اس کے بعد دعوت کا ذکر ہے اور سلطان کا اپنے عہد وپیمان بھول کر رائے کو قید کر کے دہلی لے آنے کا حال لکھا ہے پھر لکھتے ہیں کہ "رانی او (راجہ) برگمت پدماوت منحصر داشت آں زن کہ بتدبیر صائب ... گوئے سبقت از مردان کارداں مے برد چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُس نے وہ تدابیر بتائیں جن کا ذکر تاریخ فرشتہ میں ہے۔ کہ دہلی پہنچ کر سلطان سے یہ بہانہ کیا جاوے "کہ چوں در عقدِ مناکحت رائے رتن سین ہستم... تا آنکہ رائے اجازت ندہد بموجب امر شریعت غرا بر سلطان حلال نیستم۔ رائے را در اینجا بفرستید تا از وا اجازت بگیرم و در مشکوئے معلی مشرف شوم" جب یہ چال پوری ہو جاتی ہے تو راجہ دہلی سے نکل بھاگتا ہے۔ خود بھنڈاری کے الفاظ یہ ہیں "چوں آتش کارزار مشتعل شد... رائے رتن سین قابو یافتہ از جنگ گاہ برآمدہ بمسکن خویش راہے گیرد و بخیریت و سلامتی بچتور رسید... سلطان از سنوح ایں سانحہ غریبہ از مواصلت آں نازنین محروم گشتہ دستِ تحیر بدندانِ تفکر گزید۔ سلطان بعد وقوع ایں امور درخود قوت ندیدہ کہ انتقام از رائے رتن سین بگیرد و بتسخیر قلعہ چتور لشکر کشد و نیز با وجود قدرت عمداً تغافل کرد" بقول فرشتہ چتوڑ فتح ہو گیا تھا اور رائے رتن سین پہاڑوں میں جا چھپا تھا لیکن خلاصۃ التواریخ[1] نے راجہ کو واپس چتوڑ پہنچوا دیا اور سلطان کو ایسا کمزور ثابت کیا ہے کہ پھر اس میں چتوڑ پر حملے کی ہمت ہی نہ رہی۔ لیکن پدمنی کے ستی ہونے کا اُس میں بھی کچھ ذکر نہیں ہے البتہ سنگلدیپ کا ذکر ضرور ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اس تاریخ میں پدماوت کا بھی ذکر ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ "ایں قصہ رائے در اطراف و ممالک معروف و مشہور است و کتابے مسمّٰی بہ پدماوت مشتمل بر قصہ رائے رتن سین در فرس و ہند درست شدہ" اس کے معنی یہ ہوئے کہ مصنف نے اس قصہ کو پڑھا ہے اور اس میں سے کچھ حصہ اپنی تاریخ میں درج کر دیا ہے۔ چنانچہ سنگلدیپ کا بھی صاف طور پر ذکر کیا گیا ہے لیکن صاحبِ تصنیف خلاصۃ التواریخ اورنگ زیب بادشاہ کے عہد میں اپنی تاریخ لکھ رہے ہیں جو تاریخ فرشتہ سے بھی کئی سو برس بعد کی تصنیف ہے۔

مندرجہ بالا مورخوں کے علاوہ مولوی ذکاءاللہ صاحب نے بھی اپنی تاریخ ہند میں پدمنی کا قصہ لکھا ہے لیکن یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "اس کی شان تاریخی واقعہ کی نہیں افسانہ معلوم ہوتا ہے" اسی طرح بقول مولوی احتشام الدین صاحب مؤلف تاریخ ترکتازانِ ہند نے بھی اس قصہ کو نقل کیا ہے

[1] خلاصۃ التواریخ مصنفہ سجان رائے بھنڈاری بہ تصیحو مسٹر ظفر حسن صاحب بی اے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ مطبوعہ ۱۹۱۸ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اعتراض کیا ہے کہ "یہ امر سلطان کی شان سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ غیر کی زوجہ پر نیت بد کرے" مولوی محمد حسین آزاد نے قصص ہند میں اس قصہ کو خوب نمک مرچ لگا کر لکھا ہے، مگر آزاد کسی معنوں میں مورخ نہیں کہلائے جا سکتے مورخوں کے خوشہ چیں ضرور ہیں۔ سب سے زیادہ مفصل طور پر یہ قصہ ٹاڈ صاحب نے اپنی معروف کتاب "تاریخ راجستان" میں درج کیا ہے۔ ٹاڈ صاحب نے بہت سے واقعات کھمان راسا سے اخذ کیے ہیں۔ کھمان راسا راجپوتوں کی اس قسم کی تاریخ ہے جس میں گھریلو روایتوں بازاری قصے کہانیوں، درباری کبیشروں اور بھاٹوں کی حکایات اور سُنے سنائے قدیم زمانے کے جنگ کے حالات جمع کر لیے گیے ہیں۔ ٹاڈ صاحب خاص طور پر مسلمان مورخوں سے دور بھاگتے ہیں اور ان کی تاریخ کا دارومدار محض راجپوتی بیانات پر ہے۔ جس کو وہ بہت زیادہ مستند مانتے ہیں۔ اور تمام انگریزی متاخرین نے ٹاڈ صاحب ہی کے بیان پر اپنی معلومات کو منحصر رکھا ہے۔ واقعہ زیر بحث کے متعلق ٹاڈ صاحب نے قصہ پدماوت اور تواریخ کے بیان سے کئی ضروری باتوں میں سخت اختلاف کیا ہے۔ مثلاً انہوں نے چتوڑ کے راجہ کا نام لکھم سی لکھا ہے اور اُس کے چچا بھیم سی کو پدمنی کا شوہر بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں ٹاڈ صاحب کے بیان کے مطابق سپاہیوں کا ڈولیوں میں جانا اور راجہ کو بچا لانا دلی میں نہیں بلکہ چتوڑ کے میدانِ جنگ ہی میں واقعہ ہوا۔ جہاں سے بچا کر راجہ کو قلعہ میں پہنچا دیا گیا۔

ستی کے متعلق ٹاڈ صاحب نے جو تفصیل دی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ اول راجہ نے اپنے سارے کنور لڑائی پر بھیجے جب وہ سب کٹ کر مر گئے تو اپنے ولیعہد کو ایسی جگہ بھیج دیا کہ اُس پر آنچ نہ آنے پائے تاکہ راجہ کے قتل ہونے کے بعد بھی راجہ کی نسل قائم رہے اور قلعہ کو پھر موقعہ پا کر فتح کر لیں۔ اس کے بعد راجہ خود جنگ میں کود پڑا لیکن موت کے مُنہ میں جانے کے قبل اُس نے اپنی تمام رانیوں کو ایک تہ خانے میں جمع کیا جہاں ایک زبردست چتا جلائی گئی وہ رانیاں اُس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چتا میں جل کر خاک سیاہ ہوگئیں اور تہ خانہ کا دروازہ بند کردیا گیا۔

ایک اور نئی بات ٹاڈ صاحب نے لکھی ہے اور وہ یہ کہ جب جنگ کا سلسلہ جاری تھا اور روز ہزاروں راجپوت سلطان علاء الدین کی فوج کے ہاتھوں قتل ہو رہے تھے تو ایک دن جب راجہ ذرا آرام کرنے کے لیے لیٹا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اپنے اہل وعیال کی جان کس طرح بچائے بارہ بیٹوں میں سے ایک کنور تو نسل قائم رکھنے کے لیے رہ جائے کہ یکایک اُس نے ایک آواز سُنی کہ "میں بھوکی ہوں" رانا نے جس طرف سے آواز آئی تھی اُدھر دیکھا تو چتوڑ کی مانی ہوئی دیبی کی صورت نظر آئی۔ رانا نے جل کر کہا کہ میرے قبیلہ کے ہزاروں سورما تو تیری بھینٹ چڑھ چکے اب بھی تیرا پیٹ نہیں بھرتا دیوی نے جواب دیا کہ مجھے تو راجا کے کنوروں کی بھینٹ چاہیے اور یہ کہہ کر غائب ہوگئی۔ راجہ نے سرداروں سے ذکر کیا وہ نہ مانے آخر دیبی کے نمودار ہونے کے وقت آدھی رات کو سب سرداروں کو جمع کیا حسب عادت دیبی آئی اور اُس نے کہا "ہزاروں ملیچھ (مسلمان) مارے جائیں مجھے کیا مجھے تو کنور چاہئیں۔ اگر تم چتوڑ میں اپنا راج رکھنا چاہتے ہو تو روز ایک کنور کو گدی پر بٹھاؤ، چنور، چھتر اور مورچھل اُس کے سر پر پھراؤ، تین دن تک اُس کا حکم بجالاؤ، چوتھے دن اُس کو دشمن سے لڑنے کو اور موت کے گھاٹ اُترنے کو بھیجو اسی طرح گیارہ کنور میری بھینٹ چڑھاؤ تو بچو گے ورنہ تمہاری راجدھانی ملیچھوں کے ہاتھ میں چلی جائیگی۔ چنانچہ بقول ٹاڈ صاحب وہم پرست راجپوتوں نے اس پر عمل کیا اور چتوڑ کو ہمیشہ کے لیے مسلمانوں سے محفوظ کردیا۔

یہ واقعہ صرف ٹاڈ صاحب ہی نے بیان کیا ہے کسی اور مورخ نے اس کا ذکر نہیں کیا نہ ملک محمد جائسی کو اس کی سوجھی، ورنہ اس کے افسانے میں ایک مزید لطف پیدا ہوجاتا لیکن ٹاڈ صاحب کا بیان بھی کچھ فسانے سے کم نہیں ہے۔ ان کو جہاں کہیں بھی کوئی بات مسلمانوں کے خلاف مل گئی انہوں نے فوراً اس کو رقم کردیا۔ انگریز مورخوں کا یہ عام وطیرہ رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کی حکومت کا تاریک پہلو دکھانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں اور اُس میں بھی وثوق کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ یہ پروپیگنڈا ۱۵۴۰ء سے آج تک برابر چلا آرہا ہے۔ بہرحال ٹاڈ صاحب کا یہ خیال کہ علاء الدین چتوڑ کو فتح نہ کرسکا اور وہاں راجہ کا راج برابر رہا کیونکہ راجہ نے دیبی کی بھینٹ پوری کردی تھی محض ایک من گھڑت قصہ ہے اور تاریخی واقعات اس کی تردید کرتے ہیں۔

اس وقت تک جن مورخوں کے حوالے زیر بحث رہے ہیں اُن کی تواریخ چتوڑ کی فتح کے کئی کئی سو سال بعد لکھی گئی ہیں جیسا اس سے قبل ذکر ہوچکا ہے، ظاہر ہے کہ اس طویل عرصہ میں تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ کچھ روایات وقصص وتوہمات بھی شامل کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن زیادہ قابل اعتبار وہ مورخ ہونے چاہئیں جنہوں نے چشم دید واقعات درج کیے ہیں اور جو نہ صرف سلطان علاء الدین کے زمانہ میں تاریخ لکھ رہے تھے بلکہ جن کا تعلق خود سلطان سے ایسا قریب کا تھا کہ وہ سُنی سُنائی باتیں درجِ کتاب نہ کرتے تھے بلکہ بہت سے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ عہد علائی کے ایسے دو مورخ ہیں:۔ اوّل مولانا ضیاء الدین برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی کو لیجیے۔ یہ علاء الملک اس زمانہ کے مشہور ومعروف کوتوال دہلی کے بھتیجے تھے اور علاء الملک پر سلطان علاء الدین کو بہت اعتماد تھا اور سلطان نے علاء الملک کو اپنے مقربین کے زمرے میں رکھ چھوڑا تھا چنانچہ وہ علاء الدین کی اُن محفلوں میں بھی شریک ہوتا تھا جن میں سب آپس میں بے تکلف ہوتے تھے اور حفظ مراتب کا بھی بہت کم خیال رہتا تھا۔ ایسے چچا کے بھتیجے کو تاریخ لکھنے کے ایسے وسائل موجود تھے جو ٹاڈ صاحب کو حشر تک میسر نہیں ہوتے اگر وہ اس زمانہ میں پیدا بھی ہوجاتے۔ تاریخ فیروز شاہی میں چتوڑ کی مہم کا حال مؤلف نے نہایت تفصیل اور تشریح کے ساتھ دیا ہے اور اس تفصیل میں تقریباً دس بارہ صفحے بھرے ہیں لیکن بایںہمہ نہ اس میں رانی پدمنی اور راجہ رتن سین کا ذکر ہے، نہ سلطان کی ناکامی اور چتوڑ کا راجپوتوں کے قبضہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہنے کا ذکر ہے ۔ برخلاف اس کے چتوڑ پر چڑھائی کرنے کا جو اصلی موجب ہے اس کا مفصل ذکر ہے جس کو مؤلف تاریخ فرشتہ نے بھی اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سلطان کو جب گجرات میں نہ صرف ہندوؤں، بلکہ سرکش سلمان مغلوں کے مقابلہ میں جا بجا فتوحات ہوئیں تو اس کے دماغ میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ میری افواج کبھی ہار ہی نہیں سکتیں ۔ چنانچہ اُس نے سکندر ثانی کا لقب اختیار کیا اور اپنی بے تکلف مجلسوں میں جن میں اس کے خاص خاص معتمد رشتہ دار اور دوست ہی جا سکتے تھے جن میں سے علاء الملک بھی تھے، اکثر شراب کی ترنگ میں یہ کہا کہ میری فوجی طاقت اب سکندر کی سی ہے اور اگر میں چاہوں تو دنیا بھر کو فتح کر سکتا ہوں پھر یہ کہنا شروع کر دیا کہ جس طرح پیغمبر اسلام نے ایک مذہب نکال کر دنیا بھر کو فتح کر لیا تو کیوں میں بھی ایک نیا مذہب نہ نکالوں اور اس طرح دنیا کو فتح کروں ۔ اپنے سب بادہ پیما دوستوں سے ہر محفل میں یہی سوال کرتا تھا کچھ خوشامدی ہاں میں ہاں ملا دیتے تھے کچھ ٹال دیتے تھے لیکن علاء الملک کوتوال نے ایک دن ہمت کر کے جواب دے ہی دیا اور کہا کہ کوئی مذہب بغیر وحی آنے کے سچا نہیں ہو سکتا اس لیے تمہارے جھوٹے مذہب کو فروغ نہیں ہو سکتا خاص کر اسلام کے مقابلہ میں ۔ چنانچہ چنگیز اور اس کی کافر اولاد نے اسلام کو مٹانے کی بہت کوشش کی مگر آخر میں اُس کی اولاد نے جب اسلام قبول کیا تب ہی اُن کو کامیابی ہوئی تو اس خیالِ خام کو تو دل سے نکال دو ۔ لیکن یہ درست ہے کہ اس دولت وقوت کو جو فتح گجرات و دکن سے آپ کو حاصل ہوئی ہے آپ کسی نیک کام میں لگائیں ۔ باہر کی دنیا مثل ما وراء النہر، ایران توران اور یونان وچین تو آپ بعد میں فتح کیجیئے گا پہلے ہندوستان کے غیر مفتوح علاقے پر تو قبضہ کیجیے مثال کے طور پر قلعہ چتوڑ در نتھنبور ہیں اس کے بعد اور بہت حصہ ہندوستان کا پڑا ہے اس کو فتح کیجیے سلطان باوجود خودسر ہونے کے عقل کی بات مان لیتا تھا، چنانچہ اُس نے کوتوال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی یہ صلاح جو حقیقی خیر خواہی پر مبنی تھی مان لی اور فوراً رتھنبور اور چتوڑ کے قلعوں پر چڑھائی کر دی۔ اگر رانی پدمنی کے حسن و جمال کی داستان صحیح ہوتی تو اس کا ذکر ایسی محفل میں جہاں مینا و مے کا دور چل رہا ہو ضرور آنا چاہیے تھا اور اگر یہ واقعہ ہوتا تو ضیا برنی ضرور اس کا ذکر لکھتا اس وجہ سے کہ اُس وقت کے بادشاہ چور نہ تھے کہ کسی سے ڈرتے کہ ایک رانی سے شادی کرنے کا کوئی ذکر نہ کرے بلکہ اگر وہ ایسا کرتے تھے تو علی الاعلان کرتے تھے اور دوسرے مورخ تو خواہ لکھیں یا نہ لکھیں وہ خود اپنے سوانح میں اپنے سب اعمال بلا کم و کاست لکھ دیتے تھے جیسا کہ جہانگیر کی تزک سے ظاہر ہے۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اگر پدمنی کا واقعہ سچا ہوتا تو ضیاء برنی اس کو چھپاتا۔

اب اس زمانہ کے دوسرے نہایت معتبر مورخ کو لیجیے۔ امیر خسرو کو دلی شہر میں کون نہیں جانتا اور اُن کی پہیلیاں کہہ مکرنیاں۔ دوہے، گیت اور لطیفے تو سارے ہندوستان میں مشہور ہیں اور دلی میں ہر سال اُن کے مزار پر عرس ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن کی سب خوبیوں پر پانی پھیر کر اہل تصوف نے ان کو محض حضرت نظام الدین اولیاء کا محبوب بنا کر ان کی قبر کی پرستش شروع کرا دی ہے، اور ان کو بھی ولی کا رتبہ دے دیا ہے۔ امیر خسرو جہاں حضرتِ نظام الدین کے محبوب تھے وہاں اپنی ذاتی اور دماغی اوصاف و خوبیوں کی وجہ سے سلطان علاء الدین کے بھی محبوب ہو گئے اور سلطان کے مقرب خاص بن گئے۔ چنانچہ وہ ہر جگہ سلطان کے ساتھ ساتھ پھرتے تھے۔ مہم چتوڑ کے ذکر میں وہ خود فرماتے ہیں کہ میں کہ مُدّاحِ سلیمان (یعنی سلطان علاء الدین) کا ہوں (مہم چتوڑ میں) ہمراہ رہا اس ڈر سے کہ غیر حاضری کی صورت میں کیا جواب دے سکونگا۔ چتور کی فتح اور فتح کے بعد اس قلعہ کے خضر خاں ولیعہدِ سلطان کے حوالے کیے جانے اور اس کا نام خضر آباد تبدیل ہونے کا مفصل حال امیر خسرو نے چشم دید اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نثر کی کتاب "خزائن الفتوح" میں لکھا ہے لیکن کہیں نہ پدمنی کا ذکر ہے نہ اس کے ستی ہونے اور نہ سلطان کے ناکامیاب ہونے اور راجہ کو دھوکے سے قید کرنے کا ذکر ہے جو کہ متاخرین مورخوں نے اس آب تاب سے بیان کیے ہیں۔ امیر خسرو نے چتوڑ پر چڑھائی کی تاریخ اس طرح نکالی ہے

داستان فتح چتور است ایں — کآسمان ست از بلندی بر زمیں

یعنی[1] بُد دوشنبہ و ہفت از جماد — ہفت صد و دو گشتہ در شمار

اور اس کے بعد اس چڑھائی کا جو بیان خزائن الفتوح میں درج ہے اُس کا ترجمہ یہ ہے :-

"اُس تاریخ جہانگیر عہد (سلطان علاء الدین خلجی) نے دمامہ بلند آوازہ عزم تسخیر چتوڑ بجائے جانے کا حکم دیا اور علم ہلال رقم کو پیشتر روانہ فرمایا چتوڑ پہنچ کر حکم دیا کہ لشکر قلعہ کے اطراف کو بہتے بادل کی طرح خیموں سے گھیرے جیسے ابر اس کوہ سے لپٹا ہوا نظر آتا ہے.... سپاہ مامور سلیمانی زرہ لے داؤدی پہنے ہوئے.... جدوجہد میں مصروف تھی یہاں تک کہ محرم کے وسط میں.... بروز

دوشنبہ و ز محرم یکے و دہ — ز ہجرت رسول شدہ ہفت صد و سہ سال

سلیمان عہد تخت باد پر سوار ہوا اور اس قلعہ کے اوپر جہاں پرندے کا پر مارنا محال تھا پہنچ گیا۔"

چتوڑ کے راجہ کے امان پانے کے متعلق امیر خسرو فرماتے ہیں :-

"برسات کا زمانہ تھا کہ فرمانروائے بحر و بر کا ابر چتر سفید اس بلند پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہوا اور وہ دوزخ کا کندہ راجہ جس پر بادشاہ کے غیظ و غضب کی بجلی گری تھی بے سر و پا سوختہ ایک شرر کی طرح سنگین دروازہ سے نکل پڑا اور اپنے تئیں پانی میں ڈے مارا یعنی جہاں شاہ

[1] دوسرا اور قابل اعتماد نسخہ یہ ہے ع یعنی کہ بُد دوشنبہ و ہفت از دوم جماد۔ تاریخ عام ہفت صد و دو (سنہ ۷۰۲ھ) گشتہ در شمار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرف دوڑ کر پناہ لی اور برق شمشیر سے امان پائی۔"

قلعہ پر قبضہ ہونے اور راجہ کے امان پانے کے بعد قلعہ واپس راجہ کو نہیں دیا گیا ہے بلکہ امیر خسرو صاف الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اُس گل گلزار اعظم سلطنت کے خضر خاں کے حوالہ کیا گیا۔ اور خضرآباد اس کا نام رکھا.....

.....اور جب مراتب خضر خانی کی ترتیب اور خضرآباد کے انتظامات سے فراغ کلی حاصل ہو گیا تو سمند دولت کی لگام فتح وفیروزی نے تھام لی اور التجا کی کہ سبزگان رکاب کو سبزۂ سیری (دلی) کے سبزہ سے شکم سیری کا حکم دیا جائے چنانچہ بعد عشرۂ محرم علم خلافت محمدی حسن اتفاق کے ساتھ جملہ ہنود کے سرغنے کو مقہور کر کے مدینۃ الاسلام دہلی کی طرف واپس روانہ ہوا[1]

مندرجہ بالا دو مستند مورخوں اور چشم دید گواہوں کے مقابلہ میں کسی ایسے مورخ کے بیان کو ترجیح نہیں دی جا سکتی جس کی تالیف عہد علائی کے صدیوں بعد لکھی گئی ہو خواہ وہ ابوالقاسم فرشتہ جیسا مشہور مورخ ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے یہ باور کرنے میں کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ سلطان علاءالدین خلجی پر جو الزامات لگائے گئے ہیں کہ اُس نے راجہ کی خوبصورت رانی کو چھیننے کے لیے چتوڑ پر حملہ کیا اور پہلی دفعہ ناکام رہا (۲) اور راجہ کو حیلہ سے قید کر کے دلی لے آیا اور اذیت دی (۳) راجہ راجپوتوں کے ساتھ ڈولیوں میں عورت بن کر آنے کے بہانے سے قید سے نکل بھاگا۔(۴) سلطان نے دوبارہ حملہ کیا اور کامیاب ہوا (۵) مگر رانی پدمنی جل کر خاکستر ہو گئی وغیرہ وغیرہ۔ سب از سرتا پا غلط ہیں اور اگر اس کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے کہ کیوں مورخوں نے ان کو درج تاریخ کیا تو یہی ہو سکتی ہے کہ ملک محمد جائسی نے مثنوی پدماوت ہندی زبان میں اس خوبصورتی سے لکھی کہ

[1] ترجمہ از افسانۂ پدمنی مولفہ مولوی احتشام الدین صاحب دہلوی ایم اے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متاخرین اس کو صحیح تاریخ پر مبنی سمجھنے لگے۔ اور راقم الحروف کی رائے میں اصل پدمنی گجرات کی رانی کنولا دیبی تھی جس کی بیٹی دیول دیوی اور خضر خاں کے عشق کی داستان حضرت امیر خسرو نے نظم کی ہے اور جس کے متعلق کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے۔ اگر عہد علائی کے مورخ چتوڑ کی پدمنی کے عشق کی داستان لکھنے سے ڈرتے تو پھر امیر خسرو نے دیول دیوی کے حسن و عشق کے قصہ کو کیوں اپنی نظم میں طشت از بام کر دیا۔ اگر پدمنی کے افسانے کی بھی کوئی تاریخی حقیقت ہوتی تو امیر خسرو کا اول فرض تو یہ تھا کہ اس پر نظم لکھتے۔ بہرحال خواہ ملک محمد جائسی نے کنولا دیوی کو پدمنی اور گجرات کے دار السلطنت پٹن کو چتوڑ گڈھ بنایا یا نہیں، اس میں ہرگز شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ چتوڑ گڈھ میں نہ پدمنی تھی اور نہ اُس کی وجہ سے قلعہ پر دھاوا بولا گیا۔

© rasailojaraid.com